

عدالت شرعیہ ، سنگاپور ،

اور

اس کی بدولت طلاقوں کی روک تھام

مسز سراج

پروفیسر اینڈرسن لکھتے ہیں - ”میرا خیال ہے کہ اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ تعدد ازدواج کی نسبت طلاق مسلم خواتین کے مصائب کا زیادہ بڑا سبب ہے - یہ ضرور ہے کہ اسلامی دنیا کے بعض ایسے حصے ہیں جہاں خوشی کی بات یہ ہے کہ طلاقیں شاذ و نادر ہی دی جاتی ہیں لیکن بعض دوسرے حصوں میں طلاقیں خطرناک حد تک عام بھی ہیں - واقعہ یہ ہے کہ جہاں تک قانون کا تعلق ہے مسلمان بیوی کے سر پر طلاق کی تلوار ہمیشہ ہی لٹکتی رہتی ہے اور نسبتاً شاذ ہی ایسی صورتیں ہیں جن میں اس دائمی خطرے سے ایک گونہ تحفظ انہیں حاصل ہوا ہو - یہ صحیح ہے کہ کسی بے گناہ بیوی کو غیر منصفانہ طور پر طلاق دے دینا فقہاء کے نزدیک گناہ ہے لیکن یہ طلاق از روئے قانون شرعی نافذ تو بہر حال ہو ہی جاتی ہے (۱) -“

کم از کم عدالت شرعیہ کے قیام تک (۲) سنگاپور اسلامی دنیا کا ایک ایسا حصہ تھا جہاں طلاق بہت عام تھی - سنہ ۱۹۵۸ء تک طلاقیں اس کثرت کے ساتھ دی جاتی رہی ہیں کہ ہر سال پچاس فیصدی نکاح طلاق پر منتج ہوتے رہے ہیں -

طلاق کی اس کثرت کے دو بڑے عوامل جوڈتھ جامور (Judith Djamour) کے نزدیک یہ ہیں :- اولاً ، قانون وقت کے طلاق کو آسان بنا رکھا ہے اور عوامی اخلاق اسے روا رکھتا ہے ۔ ثانیاً ، طلاق کے خلاف معاشی موانع کافی مؤثر نہیں ہیں (۳) ۔

عدالت شرعیہ کے قیام سے پہلے اسلامی قانون ازدواج و طلاق کا دروبست (۴) ”کاتھیوں“ یعنی قاضیوں (۵) کے ہاتھ میں تھا ۔ انہیں حکومت مقرر کرتی تھی مگر انہیں کوئی مشاہرہ نہیں ملتا تھا بلکہ ان کی آمدنی کا ذریعہ وہ فیس تھی جو انہیں نکاح و طلاق کے رجسٹریشن سے حاصل ہوتی تھی (۶) اس قانون کی جو تعبیر کی جاتی رہی ہے اس کی رو سے مسلمان شوہر کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دینے کی وجوہات بیان کرے ۔ علاوہ ازیں طلاق بھی عملاً قاضی نہیں دیتا تھا بلکہ اسے شوہر کے منہ سے سن لینے کے بعد رجسٹر میں درج کر لیتا تھا ۔ از روئے شریعت چونکہ طلاق مکروہ سمجھی جاتی ہے اور اس کی ہمت افزائی نہیں کی جاتی ، اس لئے قاضی سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ طلاق مانگنے والے زوجین کو بھی مشورہ دیکر وہ اپنے اختلافات آپس میں طے کر لیں ۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ طریق عمل بہت کم قاضیوں نے اختیار کیا ۔ اس کے علاوہ شافعی فقہ (جو سنگاپور اور گر دوپیش کے اسلامی ممالک میں رائج ہے) جہاں قاضی کو اجازت دیتی ہے کہ وہ بعض خاص حالات میں (مثلاً اگر شوہر بیوی کو چھوڑ کر چلا جائے یا اسے نان و نفقہ دینے کے قابل نہ ہو) نکاح فسخ کر دے (۷) اور ایسی صورت میں مقامی مسلم آرڈی نینس (۸) یہ چاہتا ہے کہ اس قسم کی طلاق منظور کرنے سے پہلے قاضی معاملے کی باضابطہ تحقیق کرے ، وہاں عملاً ہوا یہ ہے کہ قاضی سرسری تحقیقات پر طلاق منظور کرتے رہے ہیں اور انہوں نے اس امر کی ذرا بھی کوشش نہیں کی کہ زوجین آپس میں صلح کر لیں ۔ آخری بات یہ کہ نکاح نامے میں شرط تعلیق (۹) کے بکثرت استعمال کے سبب ، ہوتا یہ رہا ہے کہ قاضی بیوی کے محض ان بیانات پر طلاق منظور کر لیتا تھا کہ شوہر اسے نان و نفقہ نہیں دے سکتا یا اسے اس سے ظلم کا اندیشہ ہے اور ان الزامات کی وہ باضابطہ تحقیقات نہیں کرتا تھا ۔ اگر کوئی قاضی طلاق کو رجسٹر میں درج کرنے سے انکار بھی کرتا تو ایک فریق کے لئے یہ ممکن تھا کہ وہ

کسی دوسرے ایسے قاضی کے اس چلا جائے جو طلاق کو رجسٹر میں درج کرنے پر رضامند ہو۔ بلا شبہ مسلم قانون کے نفاذ کا یہ ڈھیلا ڈھالا نظم و نسق اور زوجین میں مصالحت کرائے کے انتظام کا فقدان - یہ وہ دو بڑے عوامل تھے جن کی بناء پر سنگا پور میں طلاق کی شرح بہت اونچی ہو گئی تھی -

اس صورت حالات نے سنگاپور میں مسلم ایڈوائزری بورڈ (۱۰) کے ممبروں اور مسلم ینگ ویمنز ایسوسی ایشن (۱۱) اور خواتین کی بعض دوسری الجموں میں خاصا اضطراب پیدا کر دیا تھا۔ تاہم نومبر سنہ ۱۹۵۹ء تک کوئی مستقل قدم نہیں اٹھایا گیا۔ اس وقت الٹہ بورڈ نے قاضیوں کی عدالت کے قیام کی اصولی تائید کی (۱۲) اور ایک ذیلی کمیٹی بنائی کہ وہ اس کی جانچ پڑتال کرے۔ اور موجودہ قوانین میں ترمیم کے لئے تجویز پیش کرے (۱۳) یہ سہرا اسی ذیلی کمیٹی کے سر ہے کہ اس کے باوجود کہ کمیٹی میں قاضی صرف تین تھے کمیٹی نے ایک رپورٹ مرتب کی اور سفارش کی کہ قاضیوں کے اختیارات کو محدود کر دیا جائے اور قاضیوں پر مشتمل ایک عدالت الگ بنادی جائے۔

بورڈ کی تجاویز حکومت کو بھیج دی گئیں۔ حکومت نے تجاویز پر مزید تفصیلات طلب کیں۔ یہ تفصیلات قانون میں بعض ایسی ترمیمات پر مشتمل تھیں جو بورڈ کے نزدیک ضروری تھیں۔ بورڈ نے کام شروع کر دیا اور ایک مسودہ پیش کیا جو ان قوانین پر مبنی تھا جو سلانگور اور کیلنتن میں نافذ تھے (۱۴)۔ سلانگور اور کیلنتن کے قوانین میں قاضیوں کی ایسی عدالت کے قیام کی گنجائش تھی جس کی صدارت قاضی ہی کرتا تھا۔ لیکن سنگاپور کے مسودہ قانون کی رو سے ایسی عدالت شرعیہ قائم کی گئی جس کی صدارت کے لئے ایک تربیت یافتہ قانون دان کا تقرر ضروری تھا۔ یہ مسودہ قانون وفاق ملایا کے پچھلے نظائر سے اس اعتبار سے مختلف تھا کہ اس کی رو سے قاضی صرف اس طلاق کو رجسٹر کر سکتے تھے جس پر زوجین رضامند ہوں۔ ان کے علاوہ طلاق کے دوسرے تمام مقدمات فیصلہ کے لئے عدالت شرعیہ کو بھیجنا ضروری تھا۔ یہ تجویز فوری توجہ کی طالب تھی لیکن ایسا

لہیں ہوا آخر اس مسئلے کو انجے احمد بن ابراہیم نے مجلس قانون ساز میں اٹھایا (۱۵)۔ سکریٹری نو آبادکاری نے جواب دیا کہ وہ اس مسئلے پر غور کریں گے (۱۶)۔ اس دوران میں سوشل و ویلفیر ڈیپارٹمنٹ ان شکایات کی سماعت کرتا رہا جو ازدواجی جھگڑوں سے تعلق رکھتی تھیں اور جن میں فریقین مقدمہ مسلمان ہوتے تھے۔ کبھی کبھی اس طرح کے فیصلے کے وقت قاضیوں سے بھی مشورہ کر لیا جاتا تھا۔ لیکن محکمہ کا یہ اقدام مسلم ایڈوائزری بورڈ کو پسند نہیں آیا (۱۷) اس سلسلے میں بہت سے احتجاجی مراسلے حکومت کو بھیجے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ڈائریکٹر سوشل ویلفیر اور مسلم ایڈوائزری بورڈ کے نمائندوں (۱۸) کی ایک میٹنگ بلائی گئی جس میں یہ طے کیا گیا کہ حکومت مسلمانوں کے ازدواجی جھگڑوں کو طے کرنے کے لئے دو مسلمان مصالحتی افسر مقرر کرے اور ان دو افسروں میں سے ایک افسر مسلمان خاتون ہو (۱۹)

اس رپورٹ کی روشنی میں اصلاحی اقدامات کو عمل میں لانے کی فوری ضرورت اس مقدمہ سے ظاہر ہوئی جو سنہ ۱۹۵۴ء کے آغاز میں مسلم ایڈوائزری بورڈ کے سامنے پیش ہوا۔ ایک شخص اسماعیل بن قادر نے بورڈ سے شکایت کی کہ اس کے طلاق کے مقدمے میں قاضی نے غلط طریق اختیار کیا ہے۔ بورڈ نے اس معاملے کی تحقیقات کے لئے ایک ذیلی کمیٹی بنا دی (۲۰)۔ دوران تحقیقات میں کچھ اضطراب انگیز واقعات سامنے آئے جن کی بناء پر کمیٹی کی رپورٹ کو سائیکو اسٹائل کرایا گیا اور اس کی کاپیاں حکومت کو فوراً بھیج دی گئیں۔

واقعات یہ تھے کہ شوہر نے کلاواگ (جوہور) کے قاضی کی عدالت سے بیوی کے خلاف لٹرو (لائف ٹائم) کا حکم حاصل کر لیا تھا۔ (۲۱) لیکن بیوی سنگاپور آگئی تھی اور اس نے سنگاپور کے صدر قاضی (۲۲) کی عدالت سے طلاق حاصل کر لی تھی، حالانکہ وہ کلاواگ (جوہور) کی رہنے والی تھی۔ شادی سنگاپور میں ہوئی تھی لیکن فریقین کلاواگ میں رہ رہے تھے۔ چنانچہ سوال اب یہ تھا کہ آیا ایسے مقدمات سنگاپور کے قاضی کے

دائرہ اختیار میں ہیں کہ نہیں (۲۳)۔ سنگاپور کا صدر قاضی بہر حال اس مقدمے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ طلاق تعلیق کی بناء پر منظور کر لی گئی تھی (۲۴) اور یہ تعلیق طلاق کے اس سرٹیفیکیٹ کی نقل کے ساتھ لٹی تھی جو بیوی کو دیدیا گیا تھا۔ لیکن پتہ یہ چلا کہ یہ تعلیق طلاق کے اصل سرٹیفیکیٹ میں نہیں تھی (گریا وہ نقل جعلی تھی)۔ بیوی نے پتہ بتایا، قاضی نے اس پتے پر شوہر کے نام خط لکھا لیکن پتہ صحیح نہ تھا۔ چنانچہ شوہر تحقیقات کے وقت حاضر نہ ہو سکا۔ رپورٹ سے صاف ظاہر تھا کہ قاضی نے قانون کے برتنے میں تساہل سے کام لیا تھا۔

اس رپورٹ کی بناء پر اور ایڈوائزری کمیٹی کے بار بار زور دینے پر حکومت آخر کار عملی اقدام پر آمادہ ہوئی اور قانون بنانے اور عدالت شرعیہ قائم کرنے کے لئے سہولت بہم پہنچانے پر رضامند ہوئی۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ایک مسودہ قانون ۲۱ نومبر سنہ ۱۹۵۵ء کو مجلس قانون ساز میں پیش کیا گیا۔ اس بل کی ایک ایسی دفعہ پر اختلاف ہوا جس میں مسلم وصایا (۲۵) کے قانون کے لئے گنجائش رکھی گئی تھی۔ چنانچہ بل مجلس انتخاب کے پاس بھیج دیا گیا (۲۶) مگر اس سے پہلے کہ مجلس انتخاب اپنی رپورٹ پیش کرے مجلس قانون ساز کا اجلاس برخاست ہو گیا۔ اور بل کھٹائی میں بڑ گیا۔ اکتوبر سنہ ۱۹۵۶ء میں یہ بل دوبارہ پیش کیا گیا ایک مفاہمی دفعہ مسلم وصایا کے سوال پر مرتب کی گئی (۲۷) اور منظور کر لی گئی۔ ۳۰ اگست سنہ ۱۹۵۱ء کو مسلم آرڈیننس نے قانونی شکل اختیار کر لی (۲۸) چنانچہ وہی ۲۴ نومبر سنہ ۱۹۵۸ء سے نافذ ہے۔

سنہ ۱۹۵۷ء کے مسلم آرڈیننس کی رو سے ایک عدالت شرعیہ قائم ہوئی جس کی صدارت رجسٹرار مسلم میریجز یا کسی ایسے مسلمان کے سپرد کرنا منظور کیا گیا ہے جسے پانگ دی پر تو آن ٹیکارا (۲۹) مقرر کریں۔ آرڈیننس کی دفعہ ۱۲ شق ۳ کا مفہوم یہ ہے کہ قاضی کسی طلاق کو رجسٹر لہ کرے تا وقتیکہ اسے یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ طلاق پر بیان بیوی دونوں متفق ہیں۔ ”مسلم میریجز اینڈ ڈائٹی وورس رولز“ مجریہ سنہ ۱۹۵۹ء (۳۰) میں صراحت ہے کہ دونوں فریق طلاق کی رجسٹری کے لئے باہمی رضامندی کے ساتھ ایک

مقررہ فارم پر درخواست کریں گے اور مکلف ہوں گے کہ درخواست کی تائید میں باضابطہ حلف اٹھائیں اور طلاق کے رجسٹر پر دستخط کریں۔ طلاق کے دوسرے تمام مقدمات، یعنی وہ مقدمات جن میں باہمی رضامندی شامل نہیں عدالت شرعیہ میں سماعت اور فیصلہ ہوں گے۔ عدالت شرعیہ ایک باضابطہ قانونی عدالت ہے جو اپنے طریق کار کے لئے مخصوص ضوابط رکھتی ہے ایڈووکیٹ اور سالٹر اس عدالت میں پیروی کرنے کا حق رکھتے ہیں اور اس عدالت شرعیہ کے فیصلے کے خلاف اس اپیل بورڈ میں اپیل ہو سکتی ہے جس کے ارکان مسلمانوں میں سے لئے گئے ہوں۔ اس آرڈی ننس کا ایک اہم نتیجہ یہ ہے کہ ایک ایسی طلاق جس میں زوجین کی باہمی رضامندی نہ ہو اسے صرف عدالت شرعیہ ہی منظور اور رجسٹر کر سکتی ہے (۳۱)۔

یہ اقدام قانون سازی کا ایک کارنامہ تھا لیکن اس کے نفاذ میں کچھ مشکلات تھیں مثلاً مسلمانوں کی شادیوں کے لئے ایک رجسٹرار اور عدالت شرعیہ کے لئے ایک صدر کا تقرر چنانچہ جب اس منصب کے لئے اخبار میں اشتہار دیا گیا تو اس وقت مقصد یہی تھا کہ امیدوار نہ صرف قانون اسلامی کا علم رکھتا ہو بلکہ انگریزی زبان، قانون شہادت اور اسکے طریق کار سے بھی واقف ہو۔ آخر کار اس منصب پر انجے محمد طہ بن فتح اللہ سہیمی کا تقرر اور ۲۴ نومبر سنہ ۱۹۵۸ء کو عدالت شرعیہ کا باضابطہ قیام عمل میں آ گیا۔ پہلے صدر کو عدالت شرعیہ کے ابتدائی سالوں میں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے عملے میں صرف ایک کلرک تھا اور ایک دفتری۔ صدر نے محسوس کیا کہ قاضیوں کا زور توڑنا کارے دارد۔ پھر کافی وقت اس بات میں لگ گیا کہ لوگ عدالت شرعیہ کے مقاصد کو سمجھیں اور اس کے ذریعہ ان کے حقوق کا جو تحفظ مدنظر ہے اس کا ادارک کر سکیں۔

جون سنہ ۱۹۵۹ء میں عدالت شرعیہ جو اب تک چیف سیکریٹری کے انتظامیہ کے دائرہ کار کے اندر کام کر رہی تھی براہ راست وزیر محنت و قانون اور ایڈووکیٹ جنرل اینڈ پرمینٹ سیکریٹری (قانون) کی نگرانی میں آ گئی۔ اس وقت عدالت شرعیہ کی طرف سے مسلم قانون کو بہتر سے بہتر طور پر منطبق کرنے کے لئے اقدامات کئے گئے۔ تین نئے عملے — صدر قاضی (۳۲) قاضی -

اور ایک مسلم سوشل کیس ورکر خاتون — اور قائم کئے گئے - یہ سب ہبلک افسر تھے جو حکومت سے تنخواہ پاتے تھے - عدالت کے دفتری عملے میں بھی اضافہ کیا گیا - چنانچہ دو جنرل کلیریکل اسسٹنٹ، ایک ٹائپسٹ، اور ایک سمن تعمیل کرلے والے کا تقرر عمل میں آیا - صدر قاضی کی جگہ پر توآن حاجی علی بن حاجی محمد سعید صالح کا تقرر کیا گیا، جو کئی سال پہلے سے قاضی چلے آ رہے تھے - توآن حاجی سنوسی بن محمد کو مورخہ ۱۱ دسمبر سنہ ۱۹۵۹ء سے قاضی مقرر کیا گیا - لیکن انہوں نے اس جگہ صرف تھوڑے ہی دن کام کیا اور اس کے بعد ان کا تقرر یکم فروری سنہ ۱۹۶۰ء سے انجے محمد طلہ بن فتح اللہ سہمی کی جگہ بطور رجسٹرار مسلم میریجیز اور صدر عدالت شرعیہ کر دیا گیا (۳۳)۔ ان صاحب کے آنے سے عدالت کا علمی اور منصبی وقار اونچا ہو گیا - بڑی بات یہ ہے کہ انہوں نے عدالت کے کام میں ایک نئے تصور کو راہ دی اور ایک نیا مقصدی احساس پیدا کر دیا - اسی طرح انہوں نے نہ صرف مسلم قانون کو پائیدار اور مدبرانہ انداز پر چلایا بلکہ قاضیوں میں بھی یہ روح پھونک دی کہ وہ بھی مسلم قانون طلاق کو ایک نئے زاویہ نظر سے برتیں اس کام میں عدالت شرعیہ کے افسروں نے بھی ان کی تائید کی - ۲۴ اگست سنہ ۱۹۶۰ء کو توآن حاجی صالح بن حاجی پیاہ قاضی بنائے گئے اور ۲۰ ستمبر سنہ ۱۹۶۰ء کو ایک مسلم سوشل کیس ورکر خاتون کا تقرر عمل میں آیا - یکم جنوری سنہ ۱۹۶۱ء کو توآن حاجی صالح بن حاجی محمد پیاہ (۳۴) کو توآن حاجی علی کی جگہ پر بعہیت صدر قاضی اور ۷ مارچ سنہ ۱۹۶۱ء کو توآن حاجی اسماعیل بن ابراہیم (۳۵) کو قاضی مقرر کیا گیا - ایک مسلم سوشل کیس ورکر خاتون کے تقرر کے بعد عدالت شرعیہ میں فریقین مقدمہ میں باہمی مصالحت کے کام کو آگے بڑھانا قدرے آسان ہو گیا اور مسلم ہبلک بھی رفتہ رفتہ عدالت کے کام کو سمجھنے اور اس کی افادیت کو تسلیم کرلے لگی -

عدالت میں باہمی مصالحت کرائے والے افسروں نے سنہ ۱۹۶۰ء کے تین سہینوں میں جن مقدمات کو ہاتھ میں لیا ان کی تعداد صرف ۶۳ تھی لیکن سنہ ۱۹۶۱ء ہی میں یہ تعداد ۸۲۷ تک جا پہنچی تھی اس باہمی مصالحت کے کام میں کامیابی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلم (نرمیمی) آرڈیننس معجزہ

سنہ ۱۹۶۰ء میں مزید قانونی دفعات شامل کردی گئیں جن کی بنا پر عدالت شرعیہ کو یہ اختیار دے دیا گیا کہ وہ طلاق کا حکم دینے سے پہلے درخواست کنندوں کو سماعت مقدمہ سے قبل مصالحت کر لینے کا موقع دے (۳۶)۔

یہ مصالحتی طریق کار وہ بڑا ذریعہ تھا جس کی بدولت عدالت شرعیہ اور اس کے کارپرداز سنگاپور میں طلاق کی شرح تعداد کو بہت کچھ گھٹا سکے اور اس کی عملی صورت یہ ہے کہ صدر عدالت طلاق کی ہر درخواست کو تحقیقات اور مصالحت کے لئے سوشل ورکر خاتون یا عدالت شرعیہ کے قاضیوں کے پاس بھیج دیتا ہے۔ بسا اوقات صرف یہ بات کہ فریقین کو دوبارہ اپنے معاملات پر سنجیدگی سے غور کر لے یا اپنے اختلافات کسی ایسے شخص سے ذکر کرنے کا موقع مل جاتا ہے جو انہیں نیک مشورہ دینے پر تیار ہو جائے طلاق کے متعلق انہیں اپنا خیال بدل ڈالنے پر آمادہ کر دیتی ہے۔ دوسری صورتوں میں عدالت شرعیہ کے کارپرداز ترغیب و مشورہ دے کر کوشش کرتے ہیں کہ فریقین کے درمیان نزاع یا تو رفع ہو جائے یا نرم پڑ جائے۔ تاہم ایسی صورت میں کہ شوہر رشتہ ازدواج قطع کرنے پر مصر ہو عدالت کے کرنے کا کام کچھ زیادہ نہیں رہ جاتا۔ اگر بیوی طلاق پر راضی نہ ہو تو شوہر عدالت شرعیہ سے رجوع کرنے پر مجبور ہوگا۔ اگر شوہر دو گواہوں کے سامنے طلاق کا اعلان کر دے تو عدالت شرعیہ کے لئے یہ تحقیق کرنا لازم ہوگا کہ یہ عمل مسلم قانون کے مطابق ہوا ہے یا نہیں۔ اس صورت میں شوہر کی درخواست کسی دوسرے وقت سماعت کے لئے رکھ دی جائے گی۔ پیشی کی تاریخ پر شوہر اور اس کے گواہوں کو واقعہ طلاق کے متعلق شہادت دینا ہوگی۔ اور ان شہادتوں پر بیوی کی طرف سے جرح ہو سکے گی۔ پھر بھی صدر عدالت شرعیہ قبل سماعت یا دوران سماعت میں یہ کوشش کر سکتا ہے کہ فریقین کے اختلاف دور ہو جائیں اور شوہر کو ترغیب دے سکتا ہے کہ وہ طلاق سے رجوع کر لے (۳۷) اگر صدر عدالت شرعیہ ایسا نہ کر سکے تو وہ طلاق رجسٹر کر لے گا لیکن اس بات کا اطمینان کر لے گا کہ بیوی کو مسلم قانون کے مطابق نان نفقہ اور معاوضہ ملے۔ اگر عدالت شرعیہ سے درخواست کرتے وقت شوہر نے طلاق کا اعلان نہیں کیا ہے تو عدالت شرعیہ اس درخواست کو پیشی کے لئے ملتوی رکھے گی اور مقدمے کو فیصلہ کرنے سے پہلے شوہر اور بیوی کی شہادت کی

سماعت کرے گی۔ فریقین کے درمیان مصالحت کی ہر ممکن کوشش کی جانی ہے اور صدر عدالت کو اختیار ہے کہ وہ اس مقصد کے حصول کی خاطر اپنی مدد کے لئے ثالث مقرر کرے چنانچہ جہاں زوجین کو اصرار ہو کہ طلاق منظور کی جائے وہاں اگر عدالت شرعیہ طلاق کا فیصلہ کر دینے سے انکار نہ کر سکے تو وہ قطع تعلقات کو روک دینے کی ہر ممکن کوشش کر سکتی ہے۔ ان مساعی کی کامیابی کا ثبوت اس واقعہ سے ملے گا کہ سنہ ۱۹۶۱ء میں ازواجی نزاع کے ۵۴ مقدمات میں کامیابی کے ساتھ مصالحت کرا دی گئی۔

عدالت شرعیہ سنگاپور میں مسلمانوں کے اندر طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح کو روک دینے میں واقعی کامیاب رہی ہے۔ چنانچہ طلاق کی گرتی ہوئی شرح سے اس بات کا ثبوت ملے گا۔ ذیل کا نقشہ بتائے گا کہ ایک سال کے اندر منظور شدہ طلاقوں کی شرح تعداد کیا تھی۔

نقشہ شرح طلاق

تعداد شرح	سنہ
۵۱۶۷ فی صد	۱۹۵۷ع
۴۹۶۲ فی صد	۱۹۵۸ع
۴۶۴۸ فی صد	۱۹۵۹ع
۲۶۶۹ فی صد	۱۹۶۰ع
۲۱۶۸ فی صد	۱۹۶۱ع

اس طرح اگرچہ بہت کچھ کامیابی حاصل ہو چکی ہے لیکن اس پر زیادہ نخر و غرور کرنے کا کوئی موقع نہیں۔ کیونکہ یہ ۲۱۶۸ فی صد کی شرح کافی اونچی ہے۔ اور ابھی یہی کہنا ہوتا کہ سنگاپور میں مسلم شادیاں ناہموار ہیں۔

طلاق کی اس اونچی شرح کا ابتدائی سبب شاید یہ ہے کہ آج بھی عدالت شرعیہ سے باہر قاضیوں کو طلاق رجسٹر کرنے کی اجازت ہے۔ یہ صحیح ہے کہ قاضی صرف وہ طلاق رجسٹر کر سکتے ہیں جس پر دونوں فریق رضامند ہوں تاہم بیوی پر دباؤ ڈالا جا سکتا ہے کہ وہ طلاق لینے پر راضی ہو جائے۔ اس مسئلے کو حل کرنے کی ایک کوشش یہ کی گئی ہے کہ

اس کے لئے درخواست کے مخصوص فارم استعمال کئے جائیں، جن پر فریقین کو دستخط کرنا ہونگے۔ تاہم ایسی شکایات گزری ہیں کہ بعض عورتوں کو دھوکا دے کر ان کی مرضی کے خلاف ان سے فارم پر دستخط لئے لئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ معلوم ہوتا ہے کہ قاضیوں کی طرف سے مصالحت کرانے کی زوردار کوشش کچھ کم ہی ہوئی ہے۔ طلاق کے اعداد آج بھی یہی ظاہر کرتے ہیں کہ بعض قاضی دوسرے قاضیوں کی نسبت طلاق رجسٹر کرانے کی طرف زیادہ مائل ہیں اس لئے شاید بہتر ہوگا کہ طلاقوں کو رجسٹر کرنے کے اختیارات عدالت شرعیہ کے قاضیوں تک ہی محدود کر دئے جائیں۔

طلاق کی کثرت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس کے خلاف معاشی مواقع کافی زوردار نہیں ہیں۔ اس معاملے میں آرڈیننس سنہ ۱۹۵۷ء اور مسلم (ترمیمی) آرڈیننس سنہ ۱۹۶۱ء کی رو سے عدالت شرعیہ کو یہ اختیار ہے کہ وہ مہر (جسے ملایا کی زبان میں ”مس خاوند“ کہتے ہیں) نان نفقہ اور متاع (یعنی طلاق کی صورت میں عورت کو بطور امداد دی جانے والی رقم) کی ادائیگی کا حکم صادر کرے لیکن بد قسمتی سے وہ رقم جو نان و نفقہ یا ”متاع“ کے طور پر دلائی جاتی رہی ہے وہ اتنی کثیر نہیں ہوتی کہ طلاق کی کثرت کو روکنے کا معاشی سبب بن جائے اور خود دین مہر کی رقم بہت حقیر ہوتی ہے یعنی عام طور پر صرف ساڑھے ہائیس ملائی ڈالر (یعنی تقریباً چونتیس روپے پاکستانی)۔ اگر شوہر شادی کے وقت پہلے ہی یہ رقم ادا نہ کرچکا ہو تو بصورت طلاق اسے یہ رقم ادا کر دینے میں کوئی خاص زحمت نہیں اٹھانا پڑتی اگر مصر ہندوستان اور پاکستان جیسے ملکوں کی مثال کی پیروی کی جائے جہاں دین مہر کے طور پر ایک بڑی رقم پہلے ہی اس لئے محفوظ کر لی جاتی ہے کہ بصورت طلاق ادا کردی جائے تو یہ طریق کار کثرت طلاق کو روکنے میں بڑا موثر ثابت ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ دین مہر کی رقم جو جو اونچی ہوگی ہو سکتا ہے کہ معاوضے کی وہ رقم بھی اونچی ہوتی جائے جسکی ادائیگی کا حکم عدالت سے بطور ”متاع“ نافذ ہو۔ تاہم نان و نفقہ کے احکامات کے معاملے میں عدالت شرعیہ کو مزید اختیارات دینے گئے ہیں۔ نان و نفقہ سے متعلق وہ احکام جو عدالت شرعیہ نے بنائے ہیں اس طرح نافذ کئے جا سکیں گے کہ آمدنی کی

قرنی کے احکام کے ساتھ ساتھ عمل میں لائے جائیں (۳۹)

شرح طلاق کو روکنے میں ایک بڑی مشکل خود ان لوگوں نے پیدا کی ہے جو یہ دیکھ کر کہ ان کی طلاق سنگا پور میں رجسٹر نہیں ہو سکتی وفاق ملایا کی دوسری ریاستوں میں چلے جاتے ہیں اور اپنی طلاق وہاں رجسٹر کراتے ہیں۔ اسٹیٹ ایڈووکیٹ جنرل نے (۴۰) وفاق ملایا کی ریاستوں میں مذہبی محکموں کے صدر حضرات کے سامنے یہ سوال رکھا ہے چنانچہ اس وقت تک جوہور، ملاکا، اور سیلنگور کے ساتھ معاہدات ہو گئے ہیں اور نتیجہ یہ نکلا ہے کہ جوہور اور سلانگور کے قاضی عدالت شرعیہ سنگا پور سے رجوع کئے بغیر کسی ایسی طلاق کو رجسٹر نہ کریں گے جس کے ایک یا دونوں فریق سنگا پور کے باشندے ہوں (۴۱)

وہ قانونی رعایات جو مسلم آرڈیننس سنہ ۱۹۵۷ء اور مسلم (ٹریمی) آرڈیننس سنہ ۱۹۵۷ء میں اب تک شامل کی گئی ہیں قانون سے زیادہ قانون کے انطباق سے تعلق رکھتی ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ قانون میں ان اصلاحات پر غور کیا جائے جو عرب ممالک اور پاکستان میں نافذ کی گئی ہیں اور دیکھا جائے کہ وہ سنگا پور میں کہاں تک اپنائی جاسکتی ہیں۔ عرب ممالک اور پاکستان میں اس بات کی رعایت رکھی گئی ہے کہ یہ ایک وقت تین طلاقوں کا اعلان مثلاً ”میں تمہیں طلاق دیتا ہوں تین طلاقوں کے ساتھ“ یا ایک ہی دفعہ ایک ہی موقع پر یہ اعلان کہ ”میں تمہیں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں“ — تو یہ طلاق صرف ایک طلاق اور طلاق رجعی سمجھی جائے گی (۴۲) یہ اصلاح اگر سنگا پور میں اپنائی جائے تو وہ لامحالہ اس حیلے کو غیر ضروری بنا دے گی جسے ”چینا ہونا“ کہا جاتا ہے (۴۳) بلکہ اسے منسوخ ہی کر دے گی۔ دوسری اصلاحات بھی ممکن ہیں مثلاً وہ اعلان جو نشے کی حالت میں کیا گیا ہو یا کسی تخویف کے زیر اثر، کا لعدم قرار دیا جائے۔ یا وہ اعلان جو شوہر غصہ کی حالت میں کرے در آنحالیکہ اس کے حواس عارضی طور پر بچا نہ ہوں۔ وہ بھی کا لعدم سمجھا جائے۔ قسم یا دھمکی کے طور پر جو طلاق دی گئی ہو وہ صرف اسی صورت میں نافذ ہو جب کہ شوہر کی لہت واقعی طلاق دے دینے کی ہو نیز طلاق کا وہ

اعلان جب بیوی حاملہ ہو یا تو منسوخ قرار دیا جائے یا اس کا فیصلہ وضع حمل تک ملتوی رکھا جائے (۴۴) یہ اصلاحیں اگر منظور کر لی جائیں تو عدالت شرعیہ کا کام یقیناً بہت کچھ آسان ہو جائے۔ پھر کچھ دفعات ایسی بھی مطلوب ہیں جن کی بدولت جیسا کہ عرب ممالک اور ہند و پاکستان میں ہو رہا ہے بیوی عدالتی طلاق اس بنا پر حاصل کر سکے کہ اس کا شوہر اسے نان و لفقہ نہیں دے سکتا یا نہیں دے گا۔ یا اس بنا پر کہ شوہر کسی ایسے مرض میں مبتلا ہے جو ازدواجی زندگی کے لئے خطرناک ہے۔ یا شوہر نے اسے کسی قانونی جواز کے بغیر ایک سال سے چھوڑ رکھا ہے یا یہ کہ وہ اس کے ساتھ ایسا سلوک کرتا ہے جو اس کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ (۴۵) بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ ان امور سے شرح طلاق میں اضافہ ہو جائے گا لیکن اگر ساتھ ہی تعلیق کو منسوخ کر دیا جائے۔ جس پر انڈونیشیا میں اعتراض ہوا ہے (۴۶) اور جسے سنگا پور میں مقیم ہندوستانیوں اور پاکستانیوں نے ناپسند کیا ہے۔ تو عجب نہیں کہ واقعہً شرح طلاق بڑھنے نہ پائے اور ساتھ ہی ساتھ مسلم خواتین کے حقوق کا بھی تحفظ ہو جائے۔

آخر کلام یہ کہ امید یہی کی جاتی ہے کہ جہاں طلاق کے مروجہ قانون میں اصلاح و ترمیم ہو وہاں ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کا طلاق کے بارے میں رویہ بھی تبدیل ہو۔

طلاق کے بارے میں ارشاد نبوی ص ہے کہ یہ ”ابغض المباحات“ ہے۔ اگر مسلم معاشرے کا اخلاقی ضمیر طلاق کو روا رکھنے کے بجائے اس سے نفرت کرنے لگے تو شرح طلاق آپ ہی آپ زیادہ سے زیادہ گرجائے۔ خاندان کی استواری اور پائیداری ہی میں معاشرے کی قوت اور اس کے مستقبل کی فلاح پنہاں ہے۔ چنانچہ جہاں تک سنگاپور کی عدالت شرعیہ نے مسلم شادیوں کو زیادہ پائیدار بنانے میں مدد دی ہے، اس سے یہ ضرور ثابت ہو گیا ہے کہ جن افراد نے عدالت شرعیہ کے قیام پر زور دیا تھا ان کی ترغیبات اور حوصلہ مندیاں بیجا نہ تھیں (۴۷)۔

حوالے اور حواشی

- ۱- جے۔ این۔ ڈی۔ اینڈ رسن۔ ”اسلامک لاءن دی ماڈرن ورلڈ“ لندن ۱۹۵۹ع۔ صفحات ۵۱-۵۲۔
- ۲- عدالت شرعیہ کا قیام ۲۲ نومبر سنہ ۱۹۵۸ء سے زیر دفعہ ۲۰ مسلم آرڈیننس ۱۹۵۷ع گزٹ نوٹیفیکیشن ایس ۲۹۲، ۱۹۵۸ء عمل میں آیا تھا۔ عدالت کی صدارت ایک صدر کرتا ہے۔ جسے ان تمام چارہ جوڑیوں اور کارروائیوں کی سماعت اور فیصلے کا اختیار ہے جن میں فریق مقدمہ مسلمان ہوں اور جنکا تعلق نکاح، طلاق، منگنی، فسخ نکاح اور زوجین میں قانونی انقطاع سے ہو۔ عدالت مجاز ہے کہ نان و نفقہ یا مہر اور ”متاع“ (معاوضہ) یا کی ادائیگی کے لئے احکام صادر کرے۔ دیکھئے حواشی (۳۹) اور (۲۰) نیچے۔
- ۳- جوڈتھ جامور ”ملے کن شپ اینڈ میرج ان سنگاپور“ لندن ۱۹۵۹ع، صفحہ ۱۲۹۔
- ۴- سنگاپور میں مسلم قانون نکاح و طلاق کے خلاصے کے لئے دیکھئے ”سنگاپور میں مسلم شادی اور طلاق“ پر جناب انجے احمد بن محمد ابراہیم کا مضمون مندرجہ Malayan Law Journal شماره نمبر ۳۱ بابت سنہ ۱۹۶۲ء۔
- ۵- ”کاتبی“ (عربی لفظ قاضی)۔ قانون شریعت کے جج کا نام ہے مگر ملایا میں یہ لفظ اس عہدیدار کے لئے استعمال ہوتا ہے جو نکاح پڑھاتا ہے اور شادی یا طلاق کو رجسٹر کرتا ہے۔ سنگاپور میں قاضی کا تقرر یا ننگ دی پرتوآن نگارا (صدر ریاست) کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور قاضیوں کے اختیارات ڈپٹی رجسٹرار آف مسلم میریجیز کے برابر ہوتے ہیں۔
- ۶- ۱۹۵۹ء سے صدر قاضی کے علاوہ دوسرے قاضیوں کو کوئی تنخواہ نہیں دی جاتی ہے لیکن انہیں اجازت ہے کہ شادی و طلاق کی رجسٹری کی فیس جمع کریں اور اپنے کام میں لائیں۔ آجکل شادی و طلاق کو رجسٹر کرنے کی فیس ۱۵۰۰ ڈالر ہے۔ سنگاپور میں قاضی اپنے ہاتھ سے بہت سے عدالتی اختیارات کھو چکے ہیں اور یہ امور عدالت شرعیہ کی طرف منتقل ہو گئے ہیں۔
- ۷- فسخ کے معنی ہیں معاہدے کی تسیخ۔ شادیوں سے متعلق اس لفظ سے مراد یہ ہے کہ شادی عدالت کے حکم سے منسوخ کردی گئی۔ شافعی مذہب کی رو سے فسخ نکاح کی شرائط بہت محدود ہیں۔ مثلاً یہ امر کہ شوہر نان و نفقہ نہ دے سکے صرف ایسے ہی مقدمے سے منحصر ہوگا جس میں شوہر بیوی کو نان نفقہ دینے کے وسائل ہی نہیں رکھتا۔ نکاح فسخ کرنے کا اختیار سنگاپور میں اب صرف عدالت شرعیہ ہی کو حاصل ہے۔

۸- باب ۴۶ نظر ثانی کے بعد - اس کا اعادہ مسلم آرڈیننس ۱۹۵۷ء (۲۵ و ۱۹۵۷ء) کیا جا چکا ہے -

۹- تعلیق سے مراد ہے کہ کسی معاہدے میں شرط مثلاً شادی کے معاہدے میں - ملایا میں عموماً ایسا ہوتا ہے کہ دولہا شادی کے وقت ایک تعلیق پیش کرتا ہے جسکا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اگر وہ شرط نکاح کو پورا نہ کر سکے تو طلاق وارد ہو جائے - سنگاپور میں یہ تعلیق کچھ اس مضمون کی ہوتی ہے کہ ” اگر میں تین یا تین مہینے سے زائد اپنی بیوی کو نان و نفقہ نہ دے سکوں “ یا ” اگر میں اسکے ساتھ ظالمانہ سلوک کروں “ اور وہ عدالت سے رجوع کرے اور اپنی شکایت ثابت کر دے تو سمجھا جائے کہ اس پر ایک طلاق وارد ہو گئی ، ” طلاق مشروط سنگاپور میں اب صرف عدالت شرعیہ ہی رجسٹر کر سکتی ہے -

۱۰- مسلم ایڈوائزری بورڈ کے ممبروں کا تقریر پانگ دی پرتوآن نیگارا کرتا ہے یہ ممبر کوئی دستوری فرائض نہیں رکھتے - لیکن حکومت اور مسلمانوں کو مذہب اسلام اور اسلامی قانون کے متعلق مشورہ دیتے ہیں -

۱۱- مختلف نسلی طبقوں کی مسام خواتین کی ایک تنظیم جس نے سنہ ۱۹۵۳ء سے مسلمانوں کے معاملات میں عملی دلچسپی لی ہے -

۱۲- ایک عالم دین اور امام شیخ فتح اللہ سہیمی کی تجویز -

۱۳- ذیلی کمیٹی کے ارکان - انجے احمد بن محمد ابراہیم - مشر ایم - جے نمازی - توان شیخ فتح اللہ سہیمی - توآن حاجی جبرین محمد امین - توآن حاجی علی بن حاجی محمد سعید صالح توآن سید عبد اللہ بن شیخ بالفقیہ ڈاکٹر بشیر احمد ملال اور توآن شیخ حسین خطیب - اس وقت انجے احمد بن محمد ابراہیم اور مشر ایم جے نمازی وکیل تھے - حاجی جبرین حاجی علی اور شیخ حسین خطیب قاضی شیخ فتح اللہ سہیمی اور سید عبداللہ بالفقیہ معلم دین اور ڈاکٹر بشیر احمد ملال ناشر قانون (جو پاکستانی ہیں -)

۱۴- سلانگور ایڈمنسٹریشن آف مسام لائیٹ مینٹ ۱۹۵۲ء (نمبر ۱۹۵۲ء) -

۱۵- تحریک التواء پر ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۵۲ء کو ایک تقریر میں انجے محمد ابراہیم نے جو اس وقت لیجسلیٹیو کونسل کے ممبر تھے کہا :

” سنگاپور جس کے مسام زعماء یہ دیکھ کر بہت مضطرب ہیں کہ مسلمانوں کی شادیوں کے بالمقابل طلاق کی شرح بہت اونچی جا رہی ہے - مسلم ایڈوائزری بورڈ نے صورت حالات پر بطور خاص غور کیا ہے اور تحقیق و جستجو کے بعد

اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ سنگا پور میں قاضیوں کی عدالت کا قیام بہت ضروری ہے۔ مسلمان محسوس کرتے کہ صرف ایسی عدالتوں کے قیام ہی سے عدالتی طور پر طلاقوں کا انسداد کیا جا سکتا ہے۔“

”ریاستہائے ملایا میں قاضی عدالتیں موجود ہیں لیکن سنگاپور میں ایک بھی نہیں ہے۔ موجودہ حالات میں مسلم شادی اور طلاق کے معاملات انفرادی طور پر قاضیوں کے ہاتھ میں ہیں اور قاضیوں پر کئی قاعدے قانون کی قدغن نہیں مسلم ایڈوائزری بورڈ نے مسلم آرڈیننس میں چند ترمیمیں تجویز کی ہیں تاکہ سنگا پور میں قاضی عدالتیں قائم کی جا سکیں یہ تجاویز کچھ عرصہ ہوا حکومت کو بھیج دی گئی تھیں لیکن اس وقت تک حکومت نے کوئی جنبش نہیں کی ہے۔“

”یہ معاملہ مسلمانان سنگا پور کے لئے بہت اہم ہے اور باعث اضطراب مجھے امید ہے کہ حکومت ضروری ترمیمی قانون سازی سے کام لینے میں مزید تاخیر نہ کریگی۔“

۱۶۔ سیکنڈ لیجسلیٹیو کونسل سنگا پور کالونی کے چوتھے اجلاس ۵۵-۱۹۵۴ء کی کاروائی صفحہ ۲۰۷ بی۔

۱۷۔ مسلم ایڈوائزری بورڈ کا خیال ہے کہ سوشل ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ کے غیر مسلم عہدیدار شاید مسلم قانون اور رواج کے تقاضوں کا کما حقہ ادراک نہ کر سکیں۔

۱۸۔ انجے ابوبکر بن پاؤنچی جو اس وقت مسلم ایڈوائزری بورڈ کے سکریٹری تھے اور انجے احمد بن محمد ابراہیم۔

۱۹۔ انجے احمد بن محمد ابراہیم کی تجویز پر۔

۲۰۔ اس ذیلی کمیٹی کے ارکان — انجے احمد بن محمد ابراہیم، توآن سید عبداللہ بالفقیہ توآن شیخ شاذلی عثمان اور انجے محمد صادق بن حاجی عبدالحمید توآن شیخ شاذلی عثمان اور توآن سید عبداللہ بالفقیہ معلم دین تھے۔ انجے محمد صادق گورنمنٹ پنشنر تھے اور پھر لیجسلیٹیو اسمبلی کے ممبر۔

۲۱۔ بیوی کے خلاف نشوز کا حکم صادر کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ اسے غیر معقول طور پر خاوند کے ساتھ رہنے سے انکار ہو۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ شوہر نان و نفقہ کی ذمہ داری سے آزاد ہو جائے اور بیوی اس بناء پر طلاق حاصل نہ کر سکے کہ شوہر اس کو نان و نفقہ نہیں دے سکتا۔

۲۲۔ صدر قاضی سنگاپور میں سینیئر قاضی کا خطاب ہوتا ہے سنہ ۱۹۵۴ء میں اس کے اختیارات اور فرائض وہی تھے جو اور دوسرے قاضیوں کے تھے۔ لیکن موجودہ

صدر قاضی کا تقرر بحیثیت صدر قاضی مسلم آرڈیننس ۱۹۵۷ء کے تحت عمل میں ہے۔ چنانچہ انہیں قاضی کے اختیارات و فرائض کے علاوہ خصوصی اختیارات اور فرائض بھی حاصل ہیں۔

۲۳ - مسلم آرڈیننس (باب ۲۶) کی دفعہ ۱۸ کا منشاء یہ ہے کہ قاضی کسی بیابنا عورت سے جو سنگا پور میں کم سے کم چار مہینے مقیم رہی ہو نکاح کے نسخ کی درخواست لے سکتا ہے۔ دیکھئے صفحہ ۳۲ مسلم آرڈیننس ۱۹۵۷ء

۲۴ - دیکھئے حاشیہ (۱۰) اوپر۔

۲۵ - وہ قانون جس کی رو سے مسلمانان سنگا پور وصیت کرتے تھے۔ انگریزی قانون تھا جس کے تحت ایک فرد اپنی مرضی کے مطابق اپنا مال تقسیم کر دینے کا مجاز ہوا ہے لیکن مسلم قانون کے تحت متوفی کے اہل و عیال کے مطابق مطالبات بالائے طاق نہیں رکھے جا سکتے بلکہ اس کے مال کا دو تہائی حصہ اس کے بیوی بچوں اور دوسرے رشتہ داروں میں لازماً تقسیم کیا جائیگا۔ ایک شخص اپنے مال کا صرف ایک تہائی ہی وصیت کر سکتا ہے۔ مسلم ایڈوائزری بورڈ چاہتا تھا کہ مسلم قانون وصیت پر اسی طرح لاگو ہو جس طرح دوسرے مقدمات پر لاگو رہا ہے۔ لیکن بعض مسلم قانون دانوں اور تجارت پیشہ لوگوں نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ یہ تجویز فرد کی ملکیت کی آزادی میں مغل ہوتی ہے۔

۲۶ - اس کمیٹی کے سامنے انجے احمد بن محمد ابراہیم نے مسلم ایڈوائزری بورڈ کی طرف سے شہادت دی۔

۲۷ - دفعہ ۲۱ مسلم آرڈیننس ۱۹۵۷ء۔

یہ دفعہ انگلش ان ہیری ٹس (فیمیل پروویزن) ایکٹ ۱۹۳۷ء کے بعد آتی ہے یہ دفعہ ہر اس شخص کو جسے بروئے مسلم قانون متوفی کے مال سے حصہ لینے کا حق پہنچتا ہے عدالت سے یہ درخواست کرنے کی رخصت دیتی ہے کہ عدالت متوفی کی وصیت میں ایسا رد و بدل کر دے جس کی بناء پر اسے اس کا حصہ مل سکے یہ دفعہ انجے احمد بن محمد ابراہیم کی مدد سے بنائی گئی تھی جو اس وقت حکومت میں قائم مقام لیگل ڈرافٹس مین تھے۔

۲۸ - آرڈیننس نمبر ۳۵ سنہ ۱۹۵۷ء۔

۲۹ - یہ سنگا پور کے سربراہ اعلیٰ کا لقب ہے جس کے لفظی معنی ہیں "عزت مآب مملکت"

- ۲۰ - گزٹ نوٹیفیکیشن نمبر ایس ۲۳۹ سنہ ۱۹۵۹ء -
- ۲۱ - بہ ایک نمایاں کامیابی تھی۔ اس باب میں مسلم آرڈیننس سنہ ۱۹۵۷ء اگرچہ سلانگور اور کلیٹن کے قانون پر مبنی مگر اس سے مختلف بلکہ اس سے زیادہ ترقی پسندانہ تھا۔
- ۲۲ - صدر قاضی کی اسلامی مسلم آرڈیننس ۱۹۵۷ء میں ملحوظ رکھی گئی تھی۔ ان اختیارات کے علاوہ جو صدر قاضی بحیثیت قاضی رکھنا تھا اسے بعض خصوصی اختیارات اس امر کے بھی حاصل تھے کہ وہ بذات خود ان مراسم پر شادی کی رسومات ادا کرا دے۔ جہاں عورت کوئی ولی نہ رکھتی ہو یا ولی عورت کو شادی کرنے کی اجازت دینے سے بلا عذر معقول انکار کرتا ہو۔
- مسلم ترمیمی آرڈیننس ۱۹۶۰ء (نمبر ۲۰-۱۹۶۰ء) کی رو سے صدر قاضی کو یہ خصوصی اختیار بھی حاصل تھا کہ وہ کسی ایسے شخص کو شادی کر لینے کی اجازت دیدے جو ایک یا ایک سے زائد بیویاں سلامت رکھتا ہو۔
- ۲۳ - توآن حاجی سنوسی نے مسلم قانون اور اسلامی دینیات کا مطالعہ مصر اور مکہ شریف میں کیا تھا۔ اور وہ جامعہ ازہر کے فاضل تھے۔
- ۲۴ - فاضل ازہر ریاست قدح کے رہنے والے تھے۔
- ۲۵ - ایک اور فاضل ازہر۔
- ۲۶ - نمبر ۲۰ - ۱۹۶۰ء جس کا نفاذ ۲۷ مئی سنہ ۱۹۶۱ء سے عمل میں آیا۔
- ۲۷ - ۱۹۶۱ء - نو مقدمات میں اس نوعیت کی مصالحت کرائی گئی - رجسٹری آف مسلم میریجیز سنگا پور کی رپورٹیں بابت سنہ ۱۹۶۰ء اور ۱۹۶۱ء -
- ۲۸ - سالانہ رپورٹ سنگا پور ۱۹۶۰ء رجسٹری آف مسلم میریجیز سنگا پور میں بابت ۱۹۶۱ء ۱۹۶۰ء -
- ۲۹ - کمانڈی پر ترقی کے احکام جو "ویمنز چارٹر" ۱۹۶۱ء حصہ سوم کے تحت بنائے گئے ہیں ان احکام کا مقصد یہ ہے کہ وہ نان و نفقہ جس کا حکم عدالت نے دیا ہے اس مالک کو ادا کرنا ہوگا جس کا شوہر مذکور ملازم ہے۔
- ۳۰ - وہ مستقل سکرٹری بھی تھے اور عدالت شرعیہ کے انتظامی امور کے ذمہ دار بھی۔
- ۳۱ - دوسری ریاستیں ابھی ایسے انتظام پر متفق نہیں ہوئی ہیں۔

۳۲ - دیکھئے ' جے این ڈی اینڈ رسن " اسلامک لاء ان دی ماڈرن ورلڈ " لندن ۱۹۵۹ع
صفحہ ۵۶ اور مسلم فیملی لاء آرڈیننس ۱۹۶۱ع پاکستان۔

۳۳ - " چیٹا بوٹا " ایک تعریضی اصطلاح عربی لفظ " تحلیل " کا بدل — مراد وہ
شخص جو ایک عورت سے نکاح کرنے پر اس وعدے کے ساتھ رضامند ہو جائے کہ وہ
اس کے ساتھ وظیفہ شوہری ادا کرنے کے بعد اسے طلاق دیدے گا تاکہ وہ اپنے سابق
شوہر کے ساتھ پھر شادی کر سکے جس نے اسے تیسری بار بھی طلاق دیدی تھی - اس
عمل کی رخصت تو ہے لیکن اسے ایک عمل معصیت ہی سمجھا جاتا ہے -

۳۴ - دیکھئے جے این ڈی اینڈ رسن " اسلامک لاء ان دی ماڈرن ورلڈ " لندن ۱۹۵۹ع
صفحات ۵۵ - ۵۶ اور مسلم فیملی آرڈیننس ۱۹۶۱ع پاکستان -

۳۵ - دیکھئے جے این ڈی اینڈ رسن " اسلامک لاء ان دی ماڈرن ورلڈ " لندن ۱۹۵۹ع
صفحہ ۵۲ اور ریسولیشن اف میرج ایکٹ ۱۹۳۹ع انڈیا جو پاکستان میں بھی
نافذ ہے - فیضی - اوٹ لائن اف محمدن لا - اکسفورڈ ۵۵ع صفحہ ۱۲۵ ایف
صفحہ ۱۵۹ -

۳۶ - دیکھئے ایچ سلیمان راشد " فقہ اسلام " مطبوعہ جکارتا چھٹا ایڈیشن ۱۹۶۱ع
صفحہ ۳۹۳ - ۳۹۲

۳۷ - وہ کوششیں جو سنگا پور میں عمل میں لائی گئی ہیں کسی قدر کامیابی سے ہمکنار بھی
ہوئی ہیں اور ان کا کچھ نہ کچھ اثر ملایا کی ریاستوں پر بھی پڑا ہے - مثال کے طور
پر سلانگور نے انسداد طلاق کے لئے ایک انتظامی طریق کار اختیار کر لیا ہے جو
سنگا پور ہی کی تقلید ہے -